درود و دعا

از: حضرت مفتیِ ہند

علامہ شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ

ادارہ مظہرِ اسلام

لاہور، پاکستان پوسٹ کوڈ نمبر ۵۴۸۴۰

سلسلۂ اشاعت نمبر ۲

بغیر اجازت شائع نہ کریں۔

بیاد

شیخ الاسلام مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ
شاہی امام مسجد "فتحپوری" دہلی

نام کتاب ــــــ درود و دعا

مصنف ــــــ حضرت مفتیٔ اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی

مرتب ــــــ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

تاریخ اشاعت ــــــ شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء

تعداد ــــــ گیارہ سو (۱۱۰۰) صفحات : ۱۷

کتابت ــــــ محمد ریاض ۲۰۵ / ذوالقرنین چیمبر گنپت روڈ لاہور

مطبع ــــــ

ہدیہ ــــــ روپے

نوٹ : شائقین مطالعہ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھجوا کر طلب کریں۔

رابطہ

ادارۂ مظہر اسلام

نئی آبادی، مجاہد آباد، مغلپورہ، لاہور، پاکستان، کوڈ نمبر ۵۴۸۴۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درود و دعا

(۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا اَرْسَلَهٗ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ بَشِیْرًا ۔ اَنْزَلَ اِلَیْهِ اٰیَاتٍ بَیِّنَاتٍ تَعَلَیْهِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَاَشْرَفُ التَّسْلِیْمَاتِ وَعَلٰی اٰلِهِ الْکُرَمَاءِ الْبَرَرَۃِ وَصَحْبِهِ الرُّحَمَاءِ الْخَیَرَۃِ ۔ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○ (الاحزاب : ۵۶)

باری تعالیٰ اپنے کلام معجز نظام میں ارشاد فرماتا ہے کہ "بیشک و بےشبہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب پر درود بھیجتا ہے اور ملائکہ بھی حضور سرورِ کائنات پر درود شریف کے تحفے بھیجتے ہیں تو اے ایمان والو تم بھی میرے حبیب پر درودوں کے تحائف اور سلام پیش کرو ایسا سلام کہ سلام کا حق ادا ہو جائے۔"

تو اس آیۂ کریمہ میں مولائے کریم اپنے محبوب کے محبوں کے لئے ایک نہایت سہل، زود اثر اور غایت درجہ قوتِ ایمانی اور ترقی درجات کی تحصیل کے لئے اور امراضِ روحانی سے شفا پانے کے لئے ایک مجرب نسخہ عطا فرما رہا ہے اور انتہا درجہ کا شوق

دلانے کے لئے سب سے اوّل یُوں ارشاد فرماتا ہے :۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ

کہ یہ خود ہمارا فعل ہے کہ ہم تم کو اپنے کرم سے عطا فرماتے ہیں۔ اگر تم نے اب بھی اسمیں کوتاہی کی تو آخر کار سوائے حسرت و افسوس کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اور اگر اپنے دل میں شیطانی وسوسوں کو جگہ دی اور اس کے برخلاف چلے تو ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو گے۔

عربی میں "صَلٰوۃ" کے چند معنی آئے ہیں۔ اس کے لغوی معنی تو "دُعاء" کے ہیں لیکن یہ معنی چونکہ باری تعالیٰ کے حق میں صحیح نہیں ہوتے اس لئے بعض مفسرین نے باری تعالیٰ کے حق میں "رحمت" کے معنی لئے ہیں اور ملائکہ کے حق میں "استغفار" کے معنی لئے ہیں اور مُسلمانوں کے حق میں "دُعاء" کے لئے ہیں تو اس صُورت میں آیۃ کریمہ کے یوں معنی ہوں گے :۔

"اللہ تعالیٰ حضُور پر رحمت نازل فرماتا ہے اور ملائکہ آپ کے لئے استغفار کرتے ہیں تو مُسلمانو! تم ان کے لئے دُعا کیا کرو۔"

لیکن وجدانِ سلیم گواہی دیتا ہے کہ یہ معنی اگر لئے جائیں تو کلام کا اوّل و آخر باہم مرتبط نہیں ہوتا اور ایک مقام کے معنی کا دُوسرے مقام کے معنی سے کچھ تعلق ہی معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے درُود سے مراد ملائکہ کے سامنے حضُور کی صفت و ثناء بیان کرنا ہے۔ صاحبِ رُوح البیان نے بھی اسی معنی کو پسند کیا ہے اور اس معنی کی صحت کے لئے انہوں نے چند وجہیں قائم کی ہیں اور کہا ہے کہ رحمت کے معنی صحیح نہیں ہو سکتے، جن میں سے ایک وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ ۔ (البقرہ : ۱۵۷)

یعنی ان لوگوں پر حق تعالیٰ کی صلوات ہیں اور رحمتیں۔

تو یہاں "رحمت" کا عطف "صلوات" پر ہے اور عطف مغایرت کا مقتضی ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ "رحمت"، "صلوات" کا غیر ہے۔ اور جب "رحمت" "صلوات" کا غیر ہے تو اس کا عین کیسے ہو سکتا ہے؟ تو اس لئے ان علماء کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے جو اس کے معنی صفت وثنا کے لیتے ہیں تو یوں اس معنی کے لحاظ سے تینوں مقام کا مضمون ایک ہو جاتا ہے۔ تو اب آیۃ کریمہ کے معنی یُوں ہوں گے:۔

"اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام ملائکہ حضُور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صفتُ ثنا بیان کرتے ہیں تو مسلمانو! تم بھی ان کی تعریف اور صفتُ ثنا بیان کیا کرو"

لیکن چونکہ تم سے ان کی تعریف کا حق ادا ہونا دُشوار ہے اس لئے تم اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو کہ الٰہی ہماری طرف سے بھی تو ان کی صفت وثنا بیان فرما۔ تمہاری اس طرح دُعا کا یہ اثر ہو گا کہ تمہاری قوتِ ایمانی اعلیٰ درجہ کی ہو جائے گی اور تم خود اللہ کی صفتُ ثنا کے قابل ہو جاؤ گے یعنی اللہ تعالیٰ خود تمہاری صفت وثنا ملائکہ کے سامنے بیان فرمائے گا۔

میں نے اپنے ابتداء کلام میں کہا تھا کہ درُود شریف امراضِ روحانیہ سے شفایاب ہونے کا مجرب نسخہ ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ صُوفیائے کرام یعنی سالکین راہِ طریقت پہلے اِسی کی تلقین کرتے ہیں، وہ کس لئے؟ اِسی لئے کہ امراضِ رُوحانیہ اس سے دُور ہو جائیں جنہوں نے اس کو بوجھل کر رکھا ہے اور اس راہ میں ایک قدم چلنا اس کیلئے دشوار ہے۔ اس کے بعد ہی تو ذکرِ الٰہی کی ان کو مفرح یاقوتی دی جاتی ہے تاکہ وہ اس راہ میں شہسواروں کی طرح گامزن ہوں۔ جسمی امراض کے لئے مسہلات کی آپ نے خاصیت دیکھی ہو گی کہ وہ مادہ فاسدہ کو تو ضرور نکالتے ہیں لیکن ساتھ ہی جسم کو غایت درجہ کمزور کر دیتے ہیں۔ لیکن درُود شریف وہ ہے کہ جہاں مادۂ عصیان کا

اخراج کرتا ہے وہاں رُوح کو بھی اس قدر قوت بخشتا ہے کہ بعض سالکین اسی قوت کی وجہ سے واصل باللہ ہو گئے۔

ہاں تو ذرا غور فرمایئے کہ حضور سرورِ کائنات کے صدقے و طفیل میں کن کن نعمتوں اور رحمتوں سے نوازا گیا ہے کہ ہم ناچیزوں سے باری تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کہ تم بھی ان کی صفت و ثنا بیان کرو۔ تو بھلا چہ نسبت خاک را با عالم پاک ؟ ہم ناچیزوں سے اور وہ خطاب فرما رہے ہے ؟ اَللّٰهُ اَكْبَر تو یہ نعمت اور رحمت کس کے طفیل میں ملی ؟ یہ رحمت میرے آقائے نامدار حضور سرورِ کائنات کے طفیل میں ملی ہے جس کی عظمت و شان میں باری تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے :۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (الانبیاء ، ۱۰۷)

(اے پیارے حبیب) ہم نے آپ کو تمام عالم کیلئے رحمتِ کاملہ بنا کر بھیجا ہے)

تو جب آپ مجسمہ رحمت ہیں تو ظاہر ہے کہ رحمت کے طفیل تو رحمت اور نعمت ہی سے نوازا جائے گا۔

بعض علماء کرام اس آیۃ کریمہ کی شان نزول میں یُوں بیان فرماتے ہیں کہ "چونکہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے انعامات و اکرامات ہم پر کچھ کم نہیں، مختصراً یوں سمجھنا چاہیئے کہ جب حضور سرورِ کائنات کا نُور عالمِ فلکی میں ظہور میں آیا تو اس نُور نے لاکھوں برس اپنے مولیٰ کی عبادت کی تو جب باری تعالیٰ نے فرمایا کہ "اے حبیب کچھ طلب فرمایئے" ـــــ تو میرے آقائے نامدار سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عبادت جو لاکھوں برس کی تھی وہ شانِ اُمّت پروری سے اُمّت کو مرحمت فرما دی اور اس عبادت کے صلے میں اُمّتِ عاصی کی مغفرت طلب فرمائی حالانکہ اس وقت تک اُمّت کا ظہور بھی نہ ہوا تھا اور پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اس دارِ فانی میں تشریف لائے تو جب بھی آنحضرت نے اس اُمّتِ عاصی کی مغفرت چاہی اور جب تک اس عالمِ دُنیا میں حیاتِ ظاہری کے ساتھ قیام فرما رہے ہمہ تن مغفرتِ امتِ عاصی میں معروف رہے اور ایک شب کیا بلکہ ایک لمحہ بھی اس امت کی فکرِ نجات سے بے فکر نہ رہے۔

کونین کا غم، یادِ خُدا، وردِ شفاعت
دولت ہے یہی دولتِ سُلطانِ مدینہ

اور یہاں تک کہ شبِ معراج میں اور اس قربِ خاص میں بھی اس اُمّتِ عاصی کو فراموش نہ فرمایا۔ اس پر بھی بس نہیں بلکہ بعض روایتوں میں بھی آیا ہے کہ قبرِ شریف میں بھی آپ نے اپنی اس اُمّتِ عاصی کے لئے دُعائے مغفرت فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لبِ مُبارک کو جنبش ہو رہی تھی۔ جب سُنا تو امتِ عاصی کے لئے مغفرت طلب فرمائی جارہی تھی۔

سُبحان اللہ، سُبحان اللہ! کیا کیا احسانات واکرام ہیں اور کیسی محبت کہ ایسی محبت تو والدین کو اپنی اولاد سے بھی نہیں ہوسکتی۔ کسی شاعر نے کیا خُوب کہا ہے ؎

اپنی جانب سے ہر ایک سانس پہ غفلت پائی
ان کی جانب سے محبت ہی محبت دیکھی

اس کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بس نہ فرمائیں گے بلکہ جب یوم قیامت آپ قبرِ شریف سے باہر تشریف لائیں گے تو سب سے پہلے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس امتِ عاصی کیلئے دریافت فرمائیں گے اور میدانِ حشر میں جب کہ

کہیں گے اور نبی اذھبوا الی غیری
مرے حبیب کے لبؐ پہ انا لھا ہوگا

اور شفاعت فرمائیں گے اور جب کثرتِ عصیان سے کسی اُمتی کا سرنگوں ہوگا تو آپ

جوشِ محبت میں آکر اس کو اپنے دامن پاک میں ڈھانپ لیں گے ؎

بڑھ کر آغوشِ کرم نے مجھے اپنا ہی لیا

حشر میں جب مرے چہرے پہ ندامت دیکھی

تو اب ان احسانات و اکرام کا شکریہ کیسے ادا ہو ؟ ۔ تو ہم ناچیزوں سے تو کبھی اس کا شکریہ ادا ہو ہی نہیں سکتا تھا لیکن یہ بھی اس کا کرم دیکھئے کہ اگرچہ ہم کتنے ہی نااہل ہوں لیکن جوشِ محبت کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ ہم کو اس نعمتِ عظمیٰ سے فراموش کر دیا جائے ۔ ذرا غور تو کیجئے آپ کو ایسی محبت کسی اور جگہ اور کسی اور میں مل سکتی ہے ؟ مگر یہ تو ان لوگوں کے لئے ہے جو صاحب نظر ہیں اور جو صاحبِ نظر نہیں ان کے لئے نعمتوں سے نوازا جانا اور نہ نوازا جانا دونوں برابر ہیں ؎

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر ، کیا دیکھے ؟

(ب)

بہر حال جب یہ دیکھا کہ ان سے کسی صورت سے بھی احسانات کا شکریہ ادا ہی نہیں ہو سکتا تو جوشِ محبت میں آکر ارشاد فرمایا ؛

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

کہ مسلمانوں تم بھی اُن کی تعریف اور صفت وثنا بیان کیا کرو کہ یہی تمہارے لئے فلاح دنیوی اور نجاتِ اُخروی کا باعث ہے اور یہی وجہ ہے کہ باری تعالیٰ نے دُرود شریف کی وجہ سے دُعا کو مقبولیت عطا فرمائی ، کہ جو شخص اپنی دُعا کے اوّل و آخر درود شریف پڑھ لے گا اس کی دُعا ضرور مقبول ہوگی لیکن ساتھ ہی ساتھ اس کا خلوص وصدق بھی ضروری ہے ۔ اگر خلوص نہ ہوا تو اس کا ظہور بھی نہیں ہوگا جیسا کہ

باری تعالیٰ فرماتا ہے :-

"جو میرے ساتھ جیسا گمان رکھے گا اس کے ساتھ ویسا ہی پیش آؤں گا۔"

لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ بہت سی دُعائیں ایسی ہیں کہ جو صدق دل سے کی جاتی ہیں مگر پھر بھی ان کا ظہور نہیں ہوتا اور وہ مقبول نہیں ہوتیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان کا ظہور نہیں ہوتا لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ مقبولیت حاصل نہیں کرتیں چونکہ ایسا اکثر ہوتا ہے کہ ایک ہماری آرزو یا کوئی مقصد جس کو ہم اپنے فہم میں یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ ٹھیک ہے لیکن وہاں اس کے برعکس ہو رہا ہے کہ بجائے فائدے کے نقصان پہنچتا ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ قرآن کریم میں خود فرما رہا ہے :-

وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۚ (البقرہ : ۲۱۶)

ترجمہ : اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جس کو تم بُرا سمجھتے ہو وہ تمہارے لئے اچھا ثابت ہوتا ہے اور جس کو تم اچھا سمجھتے ہو وہ تمہارے لئے بُرا ثابت ہوتا ہے۔

اور یہ کیوں ہے ؟ محض ہماری نادانی اور کم علمی کی وجہ سے۔ خیرِ حقیقی کا علم تو باری تعالیٰ کو ہے وہ کیسے گوارہ فرمائے کہ میرے محبوب کی اُمت کو نقصان و تکلیف پہنچے۔ وہ ہم سے والدین سے بھی زیادہ اُنسیت و محبت رکھتا ہے۔ نقصان نہ پہنچنے دینا، اس کی عین محبت و شفقت ہی تو ہے۔ مثال کے طور پر اس کو یُوں سمجھئے کہ ایک بچہ بیمار ہے اور وہ اپنے ماں باپ سے وہ چیز طلب کر رہا ہے کہ جو اس کو نقصان دیتی ہے تو وہ اس کو محبت و شفقت کی بنا پر نہیں دیتے نہ یہ کہ اس بچّے سے کچھ دشمنی ہے۔ تو اس طرح باری تعالیٰ کا اس دُعا کو ظہور میں نہ لانا ہی عین شفقت و رحمت ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں :-

بس دُعاہا کاں زیان است و ہلاک
وز کرم می نشنود یزدانِ پاک

(ترجمہ) بہت سی دُعاؤں میں نقصان وہلاکت مضر ہوتی ہے اس لئے حق جل مجدہٗ ایسی دُعاؤں کو بتقاضائے کرم سُنتا ہی نہیں۔

مگر یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ دُعا جس کا دُنیا میں ظہور نہیں ہوا، رد کردی جاتی ہے جیسا کہ اس دَور میں بعض حضرات کا خیال ہے، ہرگز ایسا نہیں ہے۔ قبولیتِ دُعا کا دُنیا میں ظاہر نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہوسکتی کہ عقبیٰ میں بھی اس کے ثمرات سے محروم رکھا جائیگا ہاں دُعا کرنے والے پر یہ لازم ہے کہ وہ دُعا کے آداب کو ملحوظِ خاطر رکھے۔ اگر یہ آداب ملحوظِ خاطر نہ رکھے گئے تو عین ممکن ہے کہ دُعا رد ہی کردی جائے اور آسمان تک نہ پہنچ پائے۔

(۱) دُعا کے آداب میں ایک ادب یہ ہے کہ حرام روزی سے بچا جائے۔ یہ زہرِ ہلاہل ہے جو کسی وقت دُعا یا عبادت کو قبول ہونے نہیں دیتی۔ چنانچہ

قال وھب بن منبہ بلغنی ان موسیٰ علیہ السلام مر برجل قائم یدعوا ویتضرع طویلاً وھو ینظر الیہ قال موسیٰ یارب اما تستجیبُ لعبدک فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ یا موسیٰ لوانہ بکیٰ حتی تلفت نفسہٗ ورفع یدہ حتی تبلغ عنان السماء ما استجبت لہٗ فقال یارب لم ذالک قال لان فی بطنہ الحرام وعلیٰ جسدہ الحرام وفی بیتہ الحرام۔

حضرت وہب بن منبہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) ایک جگہ سے گزرے، دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا دُعا مانگتا ہے اور نہایت آہ وزاری اور انکساری وعاجزی کرتا ہے مگر کسی طرح اس کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو ترس آیا۔ آپ نے جناب باری میں عرض کیا کہ "یا الٰہی تو اس کی دُعا کیوں قبول نہیں فرماتا؟" ارشاد ہوا، "موسیٰ اگر یہ روتے روتے مر بھی جائے اور اپنے ہاتھ آسمان تک بھی کرلے تو بھی اس کی

دُعا قبول نہیں ہوگی۔" عرض کیا، "یا اللہ کیا قصور ہے"؟ ارشاد ہوا کہ حرام کا لقمہ اس کے پیٹ میں ہے، حرام کا لباس اس کے بدن پر ہے اور حرام اس کے گھر میں موجود ہے۔" (پس جب تک یہ بندہ ان محرمات سے پرہیز نہ کرے گا کبھی اس کی دُعا قبول نہ ہوگی۔)

اِسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

جب حاجی ناجائز مال لے کر حج کو چلتا ہے اور لبیک پکارتا ہے تو ایک ندا آسمان سے آتی ہے کہ تیری لبیک مقبول نہیں ہے نہ تجھے کچھ اجر ملے گا کیونکہ سفر خرچ تیرا حرام کا ہے، کھانا تیرا حرام کا ہے، (تیرا حج تو عبادت میں داخل نہیں ہے بلکہ گناہ میں شامل ہے۔)

(۲) دُعا کا دوسرا ادب یہ ہے کہ دُعا کرنے والا حضوری قلب کے ساتھ دُعا کرے۔ غافل دل سے دُعا کرنا بیکار محض اور رائیگاں ہے۔ چنانچہ نزہۃ المجالس میں ہے۔

رأی موسیٰ رجلاً یدعوا ویتضرع فقال یارب لو کانت حاجتہ بیدہ لقضیتہا فاوحی اللہ لہٗ یاموسیٰ انا ارحم بہ منک ولکنہ یدعونی وقلبہ عند غنمہ وانا لا استجیبُ لِمن یدعونی وقلبہ عند غیری۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک دفعہ ایک شخص کو بہت روتے، دُعا کرتے دیکھا تو جنابِ الٰہی میں عرض کیا، "الٰہی اگر اس کی حاجت میرے قبضے میں ہوتی تو میں اس کو پوری کر دیتا۔" ارشادِ باری ہوا کہ "موسیٰ ہم تم سے زیادہ رحم والے ہیں لیکن تمہیں خبر نہیں کہ یہ شخص دُعا کے ہاتھ تو ہمارے سامنے پھیلائے ہوئے مانگ رہا ہے مگر اس کا دل ہماری جناب سے غافل ہے، بکریوں کے ریوڑ میں پڑا ہوا ہے اور ہم ایسے شخص کی دُعا نہیں قبول کرتے جو دُعا تو ہم سے کرے اور دل

دُوسرے کے پاس رکھے۔ (جب یہ دل حاضر کرکے دُعا کرے گا اسی وقت
ہم اس کی دُعا قبول کریں گے۔)

بہر حال اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ دُعا کے لئے حضوری قلب نہایت ضروری ہے، ورنہ وہی حال ہوگا جو بنی اسرائیل کا ہوا تھا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ بنی اسرائیل نے بغیر حضوری قلب غافل دل سے بارش کے لئے دُعا کی۔ بارش ہوگئی، کھیت اور باغات سرسبز و شاداب ہوگئے مگر جب غلہ کاٹنے کا وقت آیا تو سوائے بھُس کے کچھ بھی برآمد نہ ہوا اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ "الٰہی یہ کیا ہوا؟" ارشاد ہوا کہ بنی اسرائیل سے کہہ دو کہ جیسی تمہاری دُعا تھی ویسی ہی اس کی قبولیت ہوئی دُعا زبانی تھی، دل سے نہ تھی۔ اسی طرح اس کا اثر ظاہر میں تو ہوا مگر باطن میں نہ ہوا، باطن دُعا کا بھی خالی تھا، باطن کھیتوں کا بھی خالی رہا۔" ہمیشہ تہہ دل سے دُعا کرو، ظاہر و باطن سے جناب باری کی طرف متوجہ ہو کر مانگو پھر دیکھو کس طرح دُعا قبول نہیں ہوتی؟

(۳) آداب دُعا میں تیسرا ادب یہ ہے کہ ناجائز امور اور محرمات کی طلب نہ کرے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

ہمیشہ بندے کی دُعا قبول ہوجاتی ہے مگر جب بندہ حرام چیز طلب کرتا ہے یا قطع رحمی کی دُعا مانگتا ہے (تو اس وقت اس کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔)

جیسے اکثر لوگ حرام شئے یا حرام مال خُدا سے طلب کرتے ہیں یا حرام پیشہ کرتے ہیں اور پھر اپنے پیشے یا کاروبار کی ترقی کی خُدا سے دُعا مانگتے ہیں، ایسے لوگوں کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ اگر ہوتی بھی ہے تو ایسی جیسے کفار کی قبول ہوتی ہے یا فرعون و یزید کی دُعا۔ قرآن کریم کا یہ ارشاد اسی طرف غمازی کرتا ہے:-

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ○ (شوریٰ : ۲۰)

جو شخص ہم سے دُنیا کے پھل پھول (حاجتیں) طلب کرتا ہے (اور آخرت کا کچھ خیال نہیں کرتا)، ہم اسے دُنیا سے دیتے ہیں لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ باقی نہیں رہتا اور ایسا شخص بڑا بدنصیب ہے۔

(۴) آدابِ دُعا کا چوتھا ادب یہ ہے کہ منعمِ حقیقی سے مانگتا ہی رہے۔ تھک کر یا مایوس ہو کر دُعا ترک نہ کرے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

بندے کی دُعا قبول ہوتی ہے مگر بندہ جب تک جلدی نہ کرے۔ عرض کیا، "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی کرنے کے کیا معنی؟" فرمایا، "جب بہت سی دفعہ دُعا کر چکے اور قبولیت کا اثر نہ دیکھے تو کہے خدا میری دُعا قبول نہیں فرماتا۔" (پھر میں کیوں دُعا مانگوں؟ یہ خیال کر کے دُعا کرنی چھوڑ دیتا ہے۔ پس ایسے شخص کی دُعا قبول نہیں ہوتی)،

یہاں یہ ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ آپ مسلمان ہیں اور قرآن مجید پر آپ کا ایمان ہے تو یہ جان لیں کہ خدا کی ذاتِ عالی نہایت بے پرواہ ہے۔ اس نے شیطان لعین کی دُعا قبول فرمائی۔ جب شیطان حضرت آدم علیہ السّلام کو سجدہ نہ کرنے کی بنا پر راندۂ درگاہ ہوا اور اسے آسمان سے نکل جانے کا حکم ہوا تو اس نے دُعا کی کہ "الٰہی مجھے قیامت تک کی عمر عطا کر دے":۔

قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ○ (الاعراف : ۱۴، ۱۵)

اے اللہ مجھے قیامت تک کی مہلت دیدے۔ ارشاد ہوا کہ اے شیطان تجھے قیامت تک کی مہلت دی۔

جب شیطان کی دُعا قبول ہو سکتی ہے تو مسلمان کی دُعا کیسے قبول نہیں ہو سکتی۔ کیا مسلمان شیطان سے بھی گیا گزرا ہے؟ (معاذ اللہ)

عرض کیا گیا کہ وہ منتقم حقیقی تو فرعون کی بھی دُعا قبول فرماتا ہے۔ چنانچہ ابتدا زمانہ میں جب فرعون تخت نشین ہوا تو مُلک مصر میں قحط سالی ہُوئی۔ بارش نہیں ہوئی، مصر کے لوگ فرعون کے پاس آئے کہ "اے فرعون کھیت خشک ہو گئے، جانور پیاسے مرنے لگے، دریائے نیل خشک ہو گیا، تو کیسا خدا ہے مینہ نہیں برساتا؟" کہا "اچھا ہم کل مینہ برسائیں گے۔" دُوسرے دن تاج سر پر رکھا خلعت شاہانہ پہن کر، گھوڑے پر سوار ہو کر ایک پہاڑ کے غار میں گیا، وہاں پہنچ کر سر سے تاج پھینکا، سر پر خاک ڈال کر عرض کیا کہ "اے خُدا میں جانتا ہوں کہ مالکِ مُلک تو تو ہی ہے، میں ایک نالائق بندہ ہوں۔ مگر میں نے دُنیا خرید لی ہے اور آخرت بیچ ڈالی ہے تو میری دُنیا میں کمی نہ کر۔" بس یہ عرض کرتے ہی ابر آیا اور فرعون کے ساتھ ساتھ مینہ برساتا چلنے لگا۔ اہلِ مصر نے یہ معاملہ دیکھ کر فرعون کو سجدہ کیا اس کی خُدائی کا پورا پورا اعتقاد جم گیا ـــ معاذ اللہ فرعون اور شیطان تو خُدا سے نا اُمید نہ ہُوئے، اپنی اپنی حاجتیں مانگیں اور انہیں خُدا نے دیں تو تمہیں کیوں نہ دے گا؟ اتنا جان لینا چاہیئے کہ دُنیا ہی میں تمام حاجات کا پُورا ہو جانا بڑے خطرے کی بات ہے۔ دُعا کے پورا ہونے نہ ہونے کی حکمت تو اللہ تعالیٰ ہی خُوب جانتا ہے، ہمیں اس کی کچھ خبر نہیں۔ بندہ دُعا کرتا رہے اور وہ قبول ہوتی رہے تو شاید بندگانِ خُدا میں ہزاروں میں کوئی ایک آدمی ٹھیک نظر آئے اور اکثر گمراہ ہو جائیں۔

طہارۃ القلوب میں حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسُولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا:-

"جب کوئی مسلمان بندہ دُعا کرتا ہے تو وہ دُعا ضرور قبول ہو جاتی ہے بشرطیکہ کسی گناہ یا ناجائز بات کے لئے یا کسی بیگانہ مسلمان کی تکلیف دہی

کے لئے دُعا نہ کی ہو، لیکن اس کا اثر یا تو یہاں ظاہر ہو جاتا ہے یا دُعا کا اثر دُوسری صُورت میں نظر آتا ہے کہ کوئی آسمانی یا دُنیاوی بلا اور مصیبت اس بندے پر نازل ہونے والی تھی وہ اس کی دُعا سے دفع ہو گئی اور اس بندے کو اس بلا کی خبر تک نہ ہوئی یا اس کی دُعا کا اثر قیامت میں ظاہر ہو گا جو نہایت ضرورت کا وقت ہے اور وہاں ہر ایک مسلمان یہ تمنا کرے گا کہ کیا اچھا ہوتا کہ میری ایک بھی دُعا دنیا میں قبول نہ ہوتی، ساری کی ساری دُعائیں آج ہی قبول ہوتیں۔"

صحیح حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن رب العالمین اپنے بندوں کو سامنے بلا کر فرمائے گا:۔

اے بندو! دُنیا میں ہم نے تمہیں حکم دیا تھا کہ "تم دُعا کرو ہم قبول کریں گے۔" کہیں گے، "بیشک اے رب درست ہے۔" ارشاد ہو گا کہ "تم نے جو دُعائیں دُنیا میں مانگی تھیں وہ سب ہم نے قبول فرمائیں"۔۔۔۔۔۔ "اے بندو! دیکھو تمہاری فلاں دن فلاں وقت کی دُعا کا اثر دُنیا میں ظاہر کر دیا تھا"۔۔۔۔۔ عرض کریں گے، "ہاں بیشک!"۔۔۔۔۔ ارشاد ہو گا تمہاری فلاں فلاں دُعا فلاں وقت ہم نے قبول فرمائی مگر اس کا اثر ہم نے بدل دیا۔ اس دُعا کے بدلے تم پر جو مصیبت آنے والی تھی ہم نے فلاں دُعا کے سبب وہ مصیبت دفع کر دی اور تمہیں اس کے صدمے سے بچا لیا" ۔۔۔۔۔ عرض کریں گے، بیشک یارب ایسا ہی ہوا تھا"۔۔۔۔۔ پھر ارشاد ہو گا کہ، "اے بندو! تم نے فلاں دن فلاں وقت فلاں فلاں دُعائیں مانگی تھیں مگر ہم نے اس کا کوئی نتیجہ دُنیا میں ظاہر نہیں کیا بلکہ آج کیلئے رکھ چھوڑا ہے، لو یہ تمہاری امانت موجود ہے"۔۔۔۔۔ پھر جو کچھ ان کی

دُعاؤں کے ثمرات کے سامنے آئیں گے تو سب کے سب یہی تمنا کریں گے کہ "الٰہی کاش ہماری کسی دُعا کا اثر دُنیا میں ظاہر نہ ہوتا، ساری کی ساری دُعائیں آج کے لئے جمع رہتیں تو کیا اچھا ہوتا۔"

اب خیال فرمایئے کہ رب تبارک و تعالیٰ کا دُعا قبول نہ کرنا اور آخرت کے لئے اٹھا رکھنا، کمالِ شفقت کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ ظاہر ہے کہ دُنیا عالمِ فانی ہے۔ اس کی ہر شے فنا ہونے والی ہے۔ اس کے لئے جو نعمت عالمِ فانی میں عطا کی جائے گی اس کو بھی یقیناً فنا ہے تو اُمتِ محمدیہ علیہ التحیۃ والتسلیم پر باری تعالیٰ کا بڑا کرم ہے کہ اُمت تو وہ ہر چیز طلب کر رہی ہے جس کو فنا حاصل ہے اور اس کے عوض باری تعالیٰ وہ نعمت عطا فرماتا ہے جو لازوال ہے اور جس کو کبھی فنا نہیں۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟ یہ صدقہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ ہم عاصیوں کو اَن گنت نعمتوں سے نوازا گیا ہے۔

اس حقیقت کو اس مثال کے ذریعہ بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ بندۂ مومن بمنزلہ نابالغ بچے کے ہے اور رب العٰلمین بمنزلہ ولی اقرب کے۔ اور مسلمانوں کی دُعاؤں کا اثر بمنزلہ ایک ریاست ہے۔ اگر دُنیا میں کسی نابالغ چھوٹے بچے کے حصے میں ایک بڑی ریاست آ گئی تو کیا اس بچے کے اولیاء وہ ریاست و دولت اس ناسمجھ بچے کے حوالے کر دیں گے۔ ہرگز نہیں۔ بقدر ضرورت اس کو دیں گے باقی اس وقت تک محفوظ رکھیں گے جب وہ ریاست کے سنبھالنے کا اہل ہو جائے گا۔ اسی طرح دُعاؤں کے ثمرات رب العٰلمین اسی قدر عطا فرمائے گا جس قدر اس دُنیا میں ضرورت ہو گی، باقی اہلیت اور لیاقت کے بعد عطا کئے جائیں گے۔ اِسی لئے حق جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے:-

وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۠ (البقرہ: ۲۱۶)

یعنی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ تم کسی شے کو پسند کرتے ہو (اور اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہو) مگر وہ شے تمہارے حق میں سخت مضر ہوتی ہے جس کا تمہیں کچھ علم بھی نہیں ہوتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر ہے پس وہ جانے۔ (اللہ اپنے علم اور مصلحت کے موافق کام کرتا ہے تم بے خبر بے علموں کی خواہش کے مطابق نہیں کرتا۔)

(۵) آداب دُعا میں پانچواں ادب یہ ہے کہ انسان اپنے اللہ سے پورے وثوق اور بھروسے کے ساتھ دُعا کرے اور اپنی تدبیروں اور کوششوں میں معاذ ین مخلوق کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اللہ کے سوا دُوسری چیزوں کو اپنی حاجت روائی کے لئے مؤثر نہ جانے۔ ایسی دو دلی کی حالت میں کبھی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ جب دُعا کرو ایک دل ہوکر، یک سُو ہوکر، قبولیت کا پورا یقین دل میں لاکر، ہر شے سے بے نیاز ہوکر دُعا کرو اور یہ کچھ کمال کی بات نہیں۔ کیا آپ نے شیر خوار بچہ کو نہیں دیکھا، وہ کائنات سے بے نیاز ہوکر آغوشِ مادر میں لیٹا ہوا ہے۔ اس کی امیدیں اور آرزوئیں اسی آغوش سے وابستہ ہیں۔ وہ دُنیا کی بڑی سے بڑی شے کو بھی خاطر میں نہیں لاتا اسکی ماں اس کو مارتی ہے، مگر قربان جائیے اس کی وفا شعاری کے کہ ذرا بددل نہیں، اسی پر نثار ہوتا ہے۔ اس جاں نثاری کا صلہ اس کو یہ ملتا ہے کہ اس کی ماں پھر اس پر مہربان ہوجاتی ہے اور آغوشِ شفقت میں لپٹا لیتی ہے لیکن انسان کا حال یہ ہے کہ وہ نوجوان ہوکر بھی اس بچے سے کہیں گیا گزرا ہے اور مسلمان ہوکر مایوسی کا یہ عالم ہے کہ اپنے خُدا سے اپنی آرزوئیں وابستہ نہیں رکھتا، در در ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے مصیبت کے وقت خُدا کو بھول جاتا ہے۔ اغیار کی طرف متوجہ ہوکر اپنے اللہ کو چھوڑ دیتا ہے اور اگر اس مصیبت میں کبھی یاد بھی کرتا ہے تو بے دلی سے۔ یاد رکھو کہ ایسی دُعا کبھی قبول نہیں ہوتی۔ وہ واحد و قہار بڑا غیور ہے ؎

لا تسئلن بنی آدم حاجة

واسئل الذی ابوابه لاتحجب

الله یغضب ان ترکت سواله

وابن آدم حین یسئل یغضب

مانگو تو اس سے مانگو جس نے ہر وقت کرم اور جود و عطا کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ خُدا اور بندوں میں یہ فرق ہے کہ اگر بندوں سے مانگوں تو ناراض ہوں گے، خُدا سے جس قدر مانگو تو راضی (اور جو نہ مانگو تو ناراض ہوگا۔ دے کر خوش ہونے والا اور نہ دے کر ناراض ہونے والا وہی ہے)۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر درمنثور میں لکھا ہے کہ:

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اس قیدی سے جو قید سے چھوٹ کر اپنے سابقہ عہدہ پر فائز ہونے جا رہا تھا اتنا کہا تھا "اذکرنی عند ربك یعنی میرا ذکر بادشاہ سے کرنا" اتنا کہنا تھا کہ زمین میں زلزلہ آگیا، پہاڑ لرزنے لگے، قید خانے کی دیوار شق ہوگئی۔ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ "یوسف (علیہ السلام) یہ آج تم نے کیا کیا جو خُدا کو چھوڑ کر بندے سے مانگا۔ مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "یُوسف یہ حُسن آپ کو کس نے دیا؟" حضرت یُوسف نے عرض کیا "خُدا نے" ——— "کنوئیں کی تہہ میں کس نے زندہ رکھا؟" ——— عرض کیا "خُدا نے" ——— "زلیخا کے مکر سے کس نے بچایا؟" ——— عرض کیا "خدا نے" ——— ارشاد فرمایا کہ "اے یُوسف آج تک تو ہم نے تمہارے کام بنائے پھر آج ہم میں کون سا قصور ہوا ہے۔ جو

تم نے ہمیں چھوڑ کر بندے سے مدد مانگی۔ ہمیں قسم ہے اپنی عزت و
جلال کی کہ اس جُرم میں تمہاری قید زیادہ کریں گے۔"

فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ○ (یوسف : ۴۲)

یعنی پھر قید رہے اس کے بعد اور کتنے سال تک۔ (انتہی ملخصاً)

اس عرصہ میں حضرت یوسف علیہ السّلام نے بہت کچھ معافی مانگی اور حق تعالیٰ سے نجات طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے قید سے نکال کر مصر کا مالک بنایا جس کا حال ہر شخص کو معلوم ہے۔ (جولائی ۱۹۶۶ء)

◉

درود شریف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
قَدْ ضَاقَتْ حِيْلَتِيْ اَدْرِكْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

(ترجمہ) "یا اللہ! ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام اور برکتیں بھیج ، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) دستگیری کیجئے میرا حیلہ اور کوشش تنگ آچکے ہیں"۔

فضائل درود وسلام

درود وسلام کے فضائل اور ثمرات مختصراً درج ذیل کیے جاتے ہیں تاکہ برادرانِ دین ذوق شوق سے بکثرت صلوٰۃ وسلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حضورِ قلب سے باادب عرض کرتے رہا کریں۔

۱ درود وسلام پڑھنے سے اللہ کریم کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے۔ (قرآن مجید)

۲ اس کے نامۂ اعمال میں اُحد پہاڑ جتنا ثواب لکھا جاتا ہے۔ (صلوٰۃ الثناء ص۱۸)

۳ درود وسلام پُل صراط پر بہت زیادہ نور ملنے کا ذریعہ ہے۔ (سعادۃ الدارین ص۶۸)

۴ درود شریف پڑھنے والے کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ (〃 ص۵۷)

۵ جو ایک بار درود شریف پڑھے اللہ کریم اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجتا ہے۔ (مسلم شریف)

۶ جو ایک بار سلام عرض کرے اللہ تعالیٰ اس پر دس سلام بھیجتا ہے۔ (صلوٰۃ الثناء ص۱۸)

۷ درود وسلام پڑھنے سے بھولی ہوئی چیز یاد آجاتی ہے۔ (کنز العمال ص۳۵۳)

۸ اللہ کریم درود شریف پڑھنے والے کی دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ (جلاء الافہام ص۲۹)

۹ اس کے دس درجے بلند کر دیتا ہے۔ (ایضاً ص۲۹)

۱۰ اور دس گناہ مٹا دیتا ہے۔ (ایضاً ص۲۹)

۱۱ اور دس بار رحمت بھیجتا ہے۔ (ترمذی اوّل ص۱۵۷، جلاء الافہام ص۲۹)

۱۲ جمعہ کے روز کثرت سے درود پڑھنے والا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہوگا (طبرانی ص۵۹)

۱۳ دُعا سے پہلے، درمیان اور آخر میں درود وسلام پڑھنے کا حکم ہے اس سے دُعا جلد قبول ہوتی ہے۔ (کنز اول ص۳۵۳، سعادۃ الدارین ص۱۸۸)

۱۴ تنگدست کے لیے درود وسلام صدقے کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ (جواہر البحار ص۱۵۵)